غور وفکر

آیۃ اللہ علامہ سید محمد رضی رضوی صاحب قبلہ، کراچی

اسلام ہی تنہا وہ دین ہے جس کے تمام اصول اور تمام تعلیمات کی بنیاد تعقّل اور تفکر پر ہے اسی نے انسان کو پہلی بار اس حقیت سے آگاہ کیا کہ اس کو اللہ نے تمام کائنات پر فضیلت عطا کی ہے اور اس فضیلت وشرف کا بہت بڑا سبب وہ غور وفکر کی صلاحیت اور جوہر عقل ہے جو اس کی فطرت کو بخشا گیا ہے قرآن وحدیث میں کثرت کے ساتھ تفکر کی دعوت عام دی گئی ہے اور اس کو بہترین عبادت کا درجہ ملا ہے۔ اس غور وفکر کی صلاحیت کا سب سے پہلا تعلق اس بات سے ہے کہ انسان اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرے اور پھر اس کی مرضی اور مشیت کو سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ وہ اس عظیم مقصد کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ کے اس کلام نے انسان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھا دیئے ہیں اور وہ انسان جو بدترین قسم کی خصلتوں میں مبتلا تھا، اور گمراہیوں اور جہالت کا شکار تھا اور جو احساسِ کمتری کا ایک ذلیل اور حقیر مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اس نئے شعور، جدید احساس اور انسانی زندگی کے ایک نئے رُخ سے روشناس ہو گیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً۔ (سورہ اسراء:۷۰)

ہم نے یقیناً آدمؑ کی اولاد کو عزت دی ہے اور ہم نے انھیں خشکی اور دریا (دونوں) میں سوار کیا اور ہم نے ہی انھیں اچھا رزق عطا کیا اور انھیں اپنی کثیر مخلوق پر پوری برتری دی۔''

اللہ کے اس اعلان نے بتا دیا کہ انسان کی تخلیق تمام کائنات میں وہ مقام رکھتی ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ پوری کائنات اسی کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اس پر اس کو کامل اقتدار بھی دیا گیا ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً۔

(سورہ لقمان:۲۰)

کیا تم لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اللہ نے تمہارا تابع کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔ اس طرح انسان کے لئے غور وفکر کی راہیں کھول دی گئیں اور وہ یہ سمجھنے کے قابل بن سکا کہ یہ چیزیں جن کی میں پرستش کر رہا تھا یہ سب میری خدمت گذار ہیں اور اسی لئے مجھے یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کے اندر وہ کون سے پہلو موجود ہیں جو میری زندگی کے لئے کسی طرح بھی نفع اور فائدہ کا سبب ہو سکتے ہیں۔ جب تک کائنات اس کی مخدوم سمجھی گئی اور اسے انسان

کے معبود کا درجہ ملا رہا ظاہر ہے کہ اس کی خلقت اور اس کے وجود میں فکر و نظر کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا تھا۔ مگر جب اسلام نے اس کو اس حقیقت سے روشناس کیا کہ وہ کائنات کا خادم نہیں بلکہ مخدوم ہے اور بندہ یا غلام نہیں بلکہ اس کا سردار اور آقا ہے تو اب تعقل و تفکر کی راہ کھلی اور بار بار اس بات کو سمجھنے کی ضرورت پڑی کہ اس کائنات کے راز کیا ہیں اور ان سے انسانی زندگی کی قدریں اور اس کے تقاضے کس طرح پورے کئے جاسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی قرآن کریم نے طرح طرح سے اس غور و فکر اور تعقل و تفکر کے جذبہ کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور کتاب اللہ کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو فکر و نظر کی دعوت اور تدبر و تعقل کے مطالبہ سے خالی ہو۔

قرآن نے انسان کو دو طرح کی فکر کی دعوت دی ہے یعنی جہاں اس نے یہ کہا ہے کہ وہ کائنات اور خود اپنے وجود سے باہر کی چیزوں پر غور کرے۔ ساتھ ہی اس سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ خود اپنے وجود پر بھی غور و فکر کرے تاکہ اسے کائنات کے اندر اپنا مقام بھی معلوم ہوسکے اور وہ نسبت اور رشتہ بھی معلوم ہوجائے جو اس کے اور کائنات کے درمیان ہے۔

سورہ حٰمٓ میں ارشاد خداوندی ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ۔ (سورۂ حٰمٓ: ۵۳)

ہم عنقریب ہی انھیں اپنی قدرت کی نشانیاں اطرافِ عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر یہ ظاہر ہوجائے کہ یہی حق ہے۔ آفاقی آیتوں سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کا تعلق طبیعیات، عنصریات اور فلکیات سے ہے اور ''اَنْفُس'' سے مراد نفس بشری کے اسرار و بھید ہیں۔ اس طرح اللہ نے انسان کو غور و فکر کی ایک انتہائی وسیع بنیاد عطا فرمادی ہے اور اس پر کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو سمجھنے کے لئے ہر ممکن راستہ کھول دیا گیا ہے۔ اس سے پوری طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ انسان کو تمام مخلوقاتِ عالم پر کتنا بلند مرتبہ حاصل ہے اور اس میں فکر کی وہ صلاحیتیں موجود ہیں جو آفاق والنفس کے ہر رخ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ پھر قرآن حکیم میں بدلے ہوئے عنوان سے اسی بات کو یوں بھی فرمایا گیا ہے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (سورۂ ذاریات: ۲۱)

''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں قدرت کی نشانیاں ہیں اور جو خود تم میں بھی ہیں تو کیا تم نہیں دیکھتے۔''

پھر دوسری جگہ پر فرمایا گیا ہے کہ انسان کو چونکہ غور و فکر کی صلاحیت دی گئی ہے اس لئے اس کے صحیح طور پر استعمال سے متعلق اس کو خدا کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ (سورہ اسراء:۳۶)

بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی پوچھ گچھ ہوگی۔

یہی قوتِ فکر و تدبر وہ عہد الٰہی ہے جس کا جا بجا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس عہد کو پورا کرنا ایمان ہے اور اسے توڑنا اور اس کی خلاف ورزی کرنا کفر ہے یا دوسرے لفظوں میں اس صلاحیت فکر و تدبر کو صحیح طریقہ پر استعمال کرکے رموز ہستی سے آگاہی حاصل کرنا ایمان ہے اور اس نعمت کو ٹھکرا دینا اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا کفر ہے۔ غرض اسلام نے بنی نوع انسان کو غور و فکر کی دعوت اتنی شدت کے ساتھ دی ہے جس کی کوئی دوسری مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ سورۂ روم میں اللہ کا

یہ ارشاد:

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْ اَنْفُسِہِمْ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَہُمَااِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی۔

(سورہ روم:۸)

کیاان لوگوں نے اس بات پر اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے سارے آسمانوں اور زمین کواور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں بالکل درست اور مقرر معیاد کے لئے پیدا کیا ہے۔اسی طرح سورۂ آل عمران میں ہے:

وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ۔(۱۹۱)

اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ وہ آسمان وزمین کی پیدائش پرغور کرتے رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک تفکر وتدبر کا بڑا مرتبہ ہے جس کا اندازہ سرورکائنات کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوسکتا ہے: ''مَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ'' ''جس شخص کے پاس عقل نہیں ہے، یعنی جو عقل سلیم سے کام نہیں لیتا اس کا کوئی دین ہی نہیں ہے ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے۔''لَا عِبَادَۃَ کَالتَّفَکُّرِ فِیْ صَنْعَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ'' ''اللہ کی صنعت قدرت میں غور کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے'' یعنی اگرچہ اپنی جگہ ہر عبادت ضروری اور لازمی ہے اور اس کا ایک خاص مقام ہے مگر تفکر وتدبر کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔اس طرح اسلام نے نہ صرف یہ کہ انسان کو صحیح اور معتدل اجتہادِ فکری کی دعوت پیہم دے کر اس کی لامحدود ارتقائی رعنائیوں کو اُبھارا ہے اور کائنات کی وسیع تر پنہائیوں تک پہنچے اور ان کے اسرار ورموز سے آگاہی حاصل کرنے کی راہ میں اس کے لئے ہر بندش کو توڑ دیا ہے بلکہ اسے دین میں شامل کر کے عبادت کا درجہ بھی عطا کیا۔

پھر پوری کائنات کچھ حقیقتوں کا مجموعہ ہے جن میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے اور ہمیں ان کو اسی طرح سمجھنا پڑے گا جس طرح وہ ہیں دوسری طرف ہماری شعوری صلاحیتیں بھی اور ہماری فکری قوتیں بھی اپنے مقام پر ثابت ومقرر ہیں اور ہمیں اس پر پورا اقتدار بھی حاصل ہے کہ ہم انھیں کام نہیں لاسکیں اور درحقیقت یہ شعوری اور فکری صلاحیتیں بھی کائنات کی ناقابل تبدیلی حقیقتوں ہی میں داخل ہیں۔بہرحال یہ دونوں سرے اور دونوں مرکز اور کنارے معین ومقرر ہیں اور ان کو ہم ان کی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے لیکن یہ پوری طرح ممکن ہے کہ اپنی ان صلاحیتوں سے ہم بے خبر ہوں یا انھیں جانتے ہوں اور ان سے کام نہ لیں یا کام بھی لیں اور صحیح طریقہ پر کام نہ لیں۔

قرآن مجید نے ہمیں یہاں ہر قدم پر سہارا دیا ہے اور یہ اس کا عظیم احسان ہے۔اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ کائنات بے مقصد نہیں بلکہ بامقصد ہے، اس نے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اس کی تخلیق کا مقصد انسان ہی کا نفع ہے اور یہ سب کچھ اسی کے فائدے کے لئے بنایا گیا ہے، اس نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ انسان تخلیق کے اعتبار سے ہر مخلوق سے بلند وبرتر ہے۔اس نے انسان کو بھی باخبر کر دیا ہے کہ اس کی فطرت میں فکر ونظر کی عظیم ترین قوتیں، صلاحیتیں اور رعنائیاں پنہاں ہیں۔ان تمام کائناتی اقدار اور عالمی حقائق سے آگاہ کرنے کے ساتھ ہی اسلام کا ایک عظیم احسان فطرت انسان پر یہ ہے کہ اس نے انسان کو اس کی بھی تعلیم دی ہے کہ وہ ان عالمی اقدار کو فکر ونظر کے کن زاویوں سے دیکھے اور ان زاویوں میں جو غلطیاں ممکن ہوسکتی ہیں انھیں کس طرح دور کیا جائے اور وہ کون سے بنیادی اصول ہیں جن سے ان فکری زاویوں کو انتہائی درست طریقہ پر کام میں لایا جاسکتا ہے اور پھر اسی استعمال کے طریقہ پر

ایمان وکفر اور جزا وسزا کا تعین ہوا کرتا ہے۔

(۱) ''فکر'' اس قوت کو کہتے ہیں جو علم کو معلوم کی طرف لے جاتی ہے۔

(۲) ''تفکر'' کے معنی ہیں عقل کے تقاضوں کے مطابق اسی قوت فکر سے کام لینا۔

یہ قوت صرف انسان کو ملی ہے، حیوانات اس سے محروم ہیں۔ پھر فکر کے کچھ راستے بھی مقرر ہیں مثلاً یہ کہ انسان کو صرف کائنات کے اندر ہی غور وفکر کا حق حاصل ہے نہ کہ خالق کائنات کی ذات میں۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے: ''تَفَکَّرُوْا فِی آلَاءِ اللّٰہِ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ۔'' اس طرح کائنات میں انسان جس قدر بھی تفکر کرے کرسکتا ہے اس کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں جو چیزیں اس کے لئے خلق ہوئی ہیں یعنی کائنات عالم انھیں میں اسے غور وخوض کرنے کا حق حاصل ہے اور جو ہستی خود اس کی خالق ہے اس کی ذات کو سمجھنا اس کی طاقت اور شعوری صلاحیت سے باہر ہے اس کو سمجھنے کا نہ اس کے پاس کوئی ذریعہ ہے اور نہ اس میں اس کی طاقت ہی ہے اس لئے اس راستہ پر اس کا ہر قدم جواب دے دے گا اور قطعی طور پر وہ قدم قدم پر بھٹکنے لگے گا اسی طرح جیسے کسی نئے راستہ پر کوئی آنکھوں والا رات کے اندھیرے میں یا دن کی روشنی میں کوئی اندھا بے مقصد طریقہ پر ادھر اُدھر دوڑنے لگے۔

(مقصد فکر) فکر کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو اجمالی حیثیت سے پہچانے اور اس کی مشیت سمجھے اور اپنے مقصد تخلیق کو معلوم کرے اور خدا کی نعمتوں کو پہچان کر ان سے فائدہ اٹھائے تاکہ نقصان اور گھاٹے سے محفوظ رہ سکے۔ نیز تباہی وبربادی سے بچ سکے، ارتقائی منزلیں طے کرکے اپنے جائز مقام پر پہنچ سکے اور اپنے اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے۔

✡✡✡